درس ۲۶

اُمت مسلمہ سے خطاب کے ضمن میں
قرآنِ حکیم کی جامع ترین سورت
اُمُّ المُسَبِّحات : سورۃ الحدید

(۱)

© rasailojaraid.co

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم ...... امّا بعد:

اعوذ باللّٰہ من الشّیطٰن الرّجیم ۔ بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

﴿سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ وَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۞ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ ۚ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۞ ھُوَ الۡاَوَّلُ وَالۡاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالۡبَاطِنُ ۚ وَھُوَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ۞ ھُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ ؕ یَعۡلَمُ مَا یَلِجُ فِی الۡاَرۡضِ وَمَا یَخۡرُجُ مِنۡھَا وَمَا یَنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعۡرُجُ فِیۡھَا ؕ وَھُوَ مَعَکُمۡ اَیۡنَ مَا کُنۡتُمۡ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ۞ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاِلَی اللّٰہِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ۞ یُوۡلِجُ الَّیۡلَ فِی النَّھَارِ وَیُوۡلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیۡلِ ؕ وَھُوَ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ۞﴾ ......صدق اللّٰہ العظیم

اس سے قبل کہ ہم اس سورۂ مبارکہ کا سلسلہ وار لفظ بہ لفظ مطالعہ شروع کریں' حسب معمول چند تمہیدی امور کی طرف توجہ دلانی ضروری ہے۔ سب سے پہلی بات یہ کہ مصحف میں اس سورۂ مبارکہ کا مقام کیا ہے۔ ایک جملے میں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن حکیم کی سورتوں کے مکی و مدنی سورتوں پر مشتمل جو سات گروپ ہیں' ان میں سے چھٹے گروپ کی مدنی سورتوں میں اوّلین اور جامع ترین سورۃ سورۃ الحدید ہے۔ لیکن اس

© rasailojaraid.co

ایک جملے کی کسی قدر وضاحت کی ضرورت ہے۔

سورتوں کی گروپ بندی

یہ بات تو متفق علیہ ہے کہ قرآن حکیم کی سورتیں تعداد میں ۱۱۴ ہیں۔ یہ ۱۱۴ سورتیں دو طرح کے گروپس میں تقسیم کی گئی ہیں۔ ایک تقسیم تو وہ ہے جو قدیم ہے' دورِ نبویؐ اور دورِ صحابہؓ سے اس تقسیم کا ذکر موجود ہے۔ یہ قرآن مجید کی سورتوں کی سات منزلوں یا سات احزاب میں تقسیم ہے' جبکہ مختلف گروپس میں قرآن حکیم کی سورتوں کی ایک تقسیم اور ہے جس کی طرف قرآن میں تدبر کرنے والے بعض حضرات کی توجہ ماضی قریب ہی میں منعطف ہوئی ہے' اور وہ یہ ہے کہ مکی اور مدنی سورتوں کے بھی قرآن مجید میں سات گروپس ہیں۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ قرآن حکیم میں پہلے تمام مکی سورتیں اور پھر تمام مدنی سورتیں آ گئی ہوں' یا اس کے برعکس پہلے تمام مدنی سورتوں کو جمع کر لیا گیا ہو اور پھر تمام مکی سورتوں کو جمع کر لیا گیا ہو۔ اگرچہ بعض اعتبارات سے یہ ترتیب تو نظر آتی ہے کہ طویل سورتیں پہلے ہیں اور چھوٹی سورتیں بعد میں ہیں' لیکن اس میں بھی کوئی معین قاعدہ کلیہ نہیں ہے' بلکہ مختلف مقامات پر فرق و تفاوت نظر آتا ہے۔ تو اب یہ مکی اور مدنی سورتوں کے جو مختلف گروپس بنتے ہیں ان پر جب غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی تعداد میں سات ہی ہیں۔

جہاں تک سات منزلوں یا سات احزاب کا تعلق ہے وہ گویا حجم کے اعتبار سے پورے قرآن حکیم کو سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے کہ جو شخص ہر ہفتے میں ختم قرآن کر لینا چاہتا ہو' جیسا کہ بہت سے صحابہؓ کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ اس کا التزام کرتے تھے' تو سہولت رہے کہ ہر روز اگر ایک حزب یا ایک منزل کی تلاوت ہوتی رہے تو ایک ہفتے میں قرآن مجید ختم ہو جائے۔ اس تقسیم میں چونکہ سورتوں کو پورا پورا شامل کیا گیا ہے اس لئے یہ سات منزلیں حجم میں بالکل مساوی نہیں ہیں۔ پہلی منزل سوا پانچ پاروں کی ہے' باقی ہر منزل کم و بیش چار پاروں پر مشتمل ہے۔ اس تقسیم میں چونکہ سورتوں کی فصلیں نہیں توڑی گئیں لہٰذا کچھ فرق و تفاوت ہے۔ البتہ دورِ نبویؐ کی اس تقسیم میں ایک حسن

© rasailojaraid.com

نظر آتا ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے بعد پہلی منزل میں تین سورتیں' دوسری منزل میں پانچ' تیسری میں سات' چوتھی میں نو' پانچویں میں گیارہ اور چھٹی منزل میں تیرہ سورتیں ہیں' جبکہ ساتویں منزل ''حزب مفصل'' کہلاتی ہے جو ۶۵ سورتوں پر مشتمل ہے۔

اس تقسیم سے معلوم ہوتا ہے کہ دورِ نبویؐ میں سورتوں کو ایک وحدت کی حیثیت سے برقرار رکھنے کی طرف بڑی توجہ تھی اور سورتوں کا توڑنا پسندیدہ نہیں تھا۔ اس وقت جو ہمیں قرآن مجید تیس پاروں میں منقسم نظر آتا ہے' جنہیں ''سی پارے'' (تیس ٹکڑے) کہا جاتا ہے یہ دورِ صحابہؓ کی شے نہیں ہے' بلکہ بعد کی تقسیم ہے۔ جب مسلمانوں میں تلاوت کا ذوق وشوق کم ہو گیا اور مسلمانوں نے سمجھا کہ اگر ہر مہینے ایک قرآن مجید ختم کر لیا جائے تب بھی بڑی بات ہے تو غالباً کسی مصحف کے صفحات گن کر اسے تیس حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اور چونکہ یہ بعد کا کام ہے لہٰذا اس تقسیم میں دورِ نبویؐ اور دورِ صحابہؓ والا حسن برقرار نہیں رہ سکا اور سورتوں کی فصیلیں ٹوٹ گئی ہیں' بلکہ ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک سورت کی ایک آیت ایک پارے میں ہے اور بقیہ پوری سورت اگلے پارے میں چلی گئی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ سورۃ الحجر (پارہ ۱۳+۱۴) کے ساتھ یہ حادثہ ہوا ہے۔

ساتھ احزاب کے علاوہ قرآن حکیم کی سورتوں کی ایک گروپ بندی اور بھی ہے۔ قرآن مجید میں ہمیں مکی اور مدنی سورتیں گڈمڈ نظر آتی ہیں' لیکن ان میں بڑی معنویت پنہاں ہے۔ چنانچہ ایک ترتیب میں آنے والی مکی اور مدنی سورتوں کو جمع کر کے اگر گروپ بندی کی جائے تو اس طرح بھی سات گروپ وجود میں آتے ہیں۔ اس طرح سے وجود میں آنے والے ہر گروپ کا آغاز ایک یا ایک سے زائد مکی سورتوں سے ہوتا ہے اور اختتام ایک یا ایک سے زائد مدنی سورتوں پر۔ یہ گروپ بندی معنوی لحاظ سے ہے' چنانچہ اس میں حجم کا لحاظ نہیں ہے۔ کوئی گروپ بہت طویل ہے اور کوئی بہت مختصر۔ لیکن اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مکی اور مدنی سورتوں کے اجتماع سے وجود میں آنے والے ہر گروپ کا کوئی ایک مرکزی مضمون ہوتا ہے جسے اس

© rasailojaraid.com

گروپ میں شامل مکی اور مدنی سورتیں مل کر مکمل کرتی ہیں۔ اس مضمون کا ایک رخ اس گروپ کی مکی سورتوں میں بیان ہوتا ہے تو دوسرا رُخ اسی گروپ کی مدنی سورتوں کے ذریعے سامنے آتا ہے۔ یوں دونوں مل کر اس مضمون کی تکمیل کرتے ہیں۔

پہلے اور آخری گروپ میں ایک عجیب عکسی (reciprocal) نسبت ہے کہ پہلے گروپ میں مکی سورت صرف ایک ہے، یعنی سورۂ فاتحہ جو نہایت مختصر سورۃ ہے اور کل سات آیات پر مشتمل ہے، جبکہ مدنی سورتیں چار ہیں جو بہت طویل ہیں اور تقریباً سات پاروں پر پھیلی ہوئی ہیں۔ یعنی سورۃ البقرۃ، آل عمران، النساء اور المائدۃ۔ اس کے بالکل برعکس ہے آخری گروپ جو آخری دو پاروں پر محیط ہے۔ اس کا آغاز سورۃ الملک سے ہوتا ہے اور تقریباً یہ پورے دونوں پارے مکی سورتوں پر ہی مشتمل ہیں، صرف آخر میں چھوٹی چھوٹی چند سورتیں مدنی ہیں۔ یہ تو تھا معاملہ پہلے اور آخری گروپ کا، درمیانی گروپوں میں بھی بڑا توازن نظر آتا ہے۔

دوسرا گروپ اور آخری سے دوسرا یعنی چھٹا گروپ اس پہلو سے نہایت متوازن ہیں کہ ان میں مکی اور مدنی سورتوں کا تناسب تعداد اور حجم کے اعتبار سے قریباً مساوی ہے۔ (الانعام اور الاعراف مکیات ہیں، جبکہ الانفال اور التوبۃ مدنیات)...... جبکہ چھٹے گروپ میں سات سورتیں مکی ہیں جو تقریباً ایک پارے یا اس سے قدرے زائد پر پھیلی ہوئی ہیں، اور دس سورتیں مدنی ہیں جو حجم کے اعتبار سے تقریباً سوا پارہ بنتی ہیں۔ گویا کہ وہی توازن جو دوسرے گروپ میں تھا یہاں چھٹے گروپ میں بھی موجود ہے۔ اس گروپ کے بارے میں یہ بات بڑی نمایاں ہے کہ اس کی مکیات فصاحت و بلاغت، ترکیبِ الفاظ اور صوتی آہنگ (rhythm) کے اعتبار سے قرآن مجید میں منفرد مقام اور نمایاں مرتبے کی حامل ہیں، یعنی سورۃ قٓ، سورۃ الذاریات، سورۃ الطّور، سورۃ النجم، سورۃ القمر، سورۃ الرحمٰن اور سورۃ الواقعہ۔ ان میں ایک سورۃ وہ بھی ہے، یعنی سورۃ الرحمٰن، جسے نبی اکرم ﷺ نے ''عروس القرآن'' قرار دیا ہے۔ گویا لفظی اور ادبی اعتبار سے قرآن مجید کا حسین ترین حصہ یہی ہے کہ جو اس گروپ کی مکیات پر مشتمل ہے۔

© rasailojaraid.co
© rasailojaraid.co

اس گروپ کی مدنیات بھی دو اعتبار سے نمایاں مقام و مرتبہ کی حامل ہیں۔ ایک تو اس پہلو سے کہ مدنی سورتوں کا اتنا بڑا اکٹھ قرآن حکیم میں اور کہیں نہیں ہے' اور دوسرے اس پہلو سے کہ ان سورتوں میں اہم مضامین کے خلاصے آ گئے ہیں جن کی ہمارے نقطۂ نگاہ سے بڑی اہمیت ہے۔ قرآن مجید کے بہت سے اہم موضوعات بالخصوص وہ کہ جو مسلمانوں سے بحیثیتِ اُمتِ مسلمہ متعلق ہیں اور جو طویل مکی اور مدنی سورتوں میں تفصیل کے ساتھ آئے ہیں' ان سب کے خلاصے گویا ان دس چھوٹی سورتوں کی شکل میں ہمیں عطا کر دیے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان دس میں سے چھ سورتیں ہمارے اس منتخب نصاب میں شامل ہیں' جن میں سے پانچ کا مطالعہ اس سے قبل ہم کر چکے ہیں' یعنی سورۃ الصّف' سورۃ الجمعۃ' سورۃ المنافقون' سورۃ التغابن اور سورۃ التحریم' جبکہ چھٹی سورۃ (الحدید) ہمارے زیرِ مطالعہ ہے۔

ان دس سورتوں میں سے پانچ کی اضافی امتیازی شان یہ ہے کہ ان کا آغاز تسبیح باری تعالیٰ کے ذکر سے ہوتا ہے' ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ﴾ یا ﴿یُسَبِّحُ لِلّٰهِ﴾ کے الفاظِ مبارکہ سے۔ چنانچہ ان کے لئے ایک مجموعی نام ''اَلْمُسَبِّحَات'' تجویز کیا گیا ہے۔ یہ پانچ سورتیں سورۃ الحدید' سورۃ الحشر' سورۃ الصّف' سورۃ الجمعۃ اور سورۃ التغابن ہیں' جن میں سوائے سورۃ الحشر کے بقیہ چاروں سورتیں ہمارے اس منتخب نصاب میں شامل ہیں۔

سورۃ الحدید۔ اُمُّ المُسَبِّحات

اس گروپ کی پہلی سورۃ سورۃ الحدید ہے' جو اس سلسلۂ سُوَر کی طویل ترین سورۃ ہے اور چار رکوعوں میں پھیلی ہوئی ہے' جبکہ بقیہ نو سورتوں میں سے دو سورتیں تین تین رکوعوں کی ہیں اور باقی سات دو دو رکوعوں پر مشتمل ہیں۔ سورۃ الحدید کو اس پہلو سے اس گروپ کی جامع ترین سورۃ قرار دیا جا سکتا ہے کہ یہ اُن تمام مضامین کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے جو بقیہ سورتوں میں الگ الگ زیرِ بحث آئے ہیں۔ اس اعتبار سے اگر اسے ''اُمُّ الْمُسَبِّحَاتِ'' کہا جائے تو بات غلط نہ ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ اُمت کے نام قرآن کا جو پیغام ہے' یا دوسرے لفظوں میں قرآن حکیم جو کچھ اُمتِ محمد علیٰ صاحبہا

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

الصلوٰۃ والسلام سے بحیثیتِ اُمت کہنا چاہتا ہے' اس کا خلاصہ اس ایک سورۂ مبارکہ میں پورے طور پر موجود ہے۔

سورۃ الحدید کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

اس سورۂ مبارکہ کے مضامین کا تجزیہ اصلاً تو سلسلہ وار درس میں آئے گا' تاہم آغاز میں اس کے مضامین کا ایک اجمالی تجزیہ آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

اس کا پہلا حصہ چھ آیات پر مشتمل ہے۔ ذات وصفات باری تعالیٰ کے بیان پر یہ چھ آیتیں میرے علم کی حد تک قرآن حکیم کا جامع ترین مقام ہے۔ اور یہی اصل علم ہے جس کو ''العلم'' کہا جائے گا' اس لئے کہ دین کی جڑ بنیاد ایمان ہے اور ہم حقیقت ایمان پر بڑی مفصل بحثیں کر چکے ہیں۔ اگرچہ ایمانیات میں تعدد ہے' اللہ پر ایمان' آخرت پر ایمان' رسالت پر ایمان' کتابوں پر ایمان' فرشتوں پر ایمان' لیکن اصل ایمان ''ایمان باللہ'' ہے۔ اسی لئے ایمان مجمل میں صرف ایمان باللہ ہی کا ذکر ہے:

آمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ''.

چنانچہ مجملاً ایمان نام ہے ایمان باللہ کا۔ اور ایمان باللہ کا خلاصہ کیا ہے؟ اللہ کی معرفت! اور اُس کی معرفت ذات وصفات کے حوالے سے ہوگی۔ جامعیت کے اعتبار سے اور فہم وشعور کی اعلیٰ ترین سطح (Highest level of consciousness) پر ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کا بیان ان چھ آیات میں ہے جو سورۃ الحدید کے شروع میں واقع ہوئی ہیں۔ اس کی کچھ جھلک ہمیں سورۃ التغابن میں ملتی ہے' کچھ جھلک مکی سورتوں میں اور پھر سورۃ الشوریٰ میں ملتی ہے' لیکن اس ضمن میں جامع ترین اور بلند ترین بحث ان چھ آیتوں میں ہے۔

سورۃ الحدید کا دوسرا حصہ پانچ آیات (۷ تا ۱۱) پر مشتمل ہے۔ یہاں بھی جامعیت کی انتہا ہے کہ دین کے کل تقاضے صرف دو الفاظ ''ایمان'' اور ''انفاق'' کے حوالے سے آگئے

© rasailojaraid.com

﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝﴾

یعنی اگر تم یہ دونوں تقاضے پورے کرتے ہو تو تمہارے لئے اجر کبیر ہے۔ اور اگر نہیں کرتے ہو تو پھر ملامت ہے' زجر ہے اور ڈانٹ ڈپٹ کا انداز ہے کہ ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں رکھتے! کیوں تمہارا اعتماد اور توکل اللہ کی ذات پر قائم نہیں ہے؟ ﴿وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے! اپنا مال اللہ کے راستے میں کیوں نہیں کھپاتے' کیوں نہیں لگاتے؟

تیسرا حصہ چار آیات (۱۲ تا ۱۵) پر مشتمل ہے جس میں اس تقسیم کا نقشہ کھینچا گیا ہے جو میدانِ حشر میں ہو جائے گی۔ جن لوگوں نے بھی اس معاملے (ایمان اور انفاق) میں گریز کی راہ اختیار کی تھی وہ منافق قرار پائیں گے اور اہل ایمان سے اس طرح الگ کر دیے جائیں گے جیسے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ میدان حشر میں ایک خاص مرحلہ ایسا ہے کہ جس میں مؤمنین صادقین اور منافقین میں تقسیم ہو جائے گی۔ ایک تقسیم تو مسلمان اور کافر کی ہے' جبکہ ایمان کا دعویٰ کرنے والوں میں پھر تفریق ہو گی کہ کون مؤمنین صادقین ہیں اور کون منافقین! مؤمنین صادقین کو ان کے قلبی ایمان کی گہرائی کی نسبت سے نور عطا کیا جائے گا' جو کسی کو کم اور کسی کو زیادہ ملے گا۔ حضور ﷺ نے خبر دی ہے کہ اس نور میں اتنا فرق و تفاوت ہو گا کہ کسی کو اتنا نور ملے گا کہ جیسے اس کی روشنی مدینہ منورہ سے صنعاء تک پہنچ جائے اور کسی کو اتنا نور ملے گا کہ جس سے صرف اس کے قدموں کے آگے روشنی ہو جائے۔ اس کی سادہ سی مثال ٹارچ کی ہے۔ اگر اندھیری رات میں آپ کسی پگڈنڈی پر چل رہے ہوں اور آپ کے ہاتھ میں چھوٹی سی ٹارچ ہو تو وہ بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ اور اس روز جو نور انبیاءِ کرام علیہم السلام کو ملے گا یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا ہو گا اُس کا تو کیا ہی کہنا ہے! ظاہر ہے کہ اس نور میں اور ایک عام مسلمان کے نور میں بہت فرق و تفاوت ہو گا۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

بہر حال جن کے دلوں میں کچھ بھی ایمان ہو گا وہ ایک طرف اور جو ایمان سے بالکل خالی ہوں گے یعنی منافق وہ دوسری طرف ہو جائیں گے اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی۔ پھر اسی ضمن میں نفاق کی حقیقت اور نفاق کے مختلف مراحل بھی اسی حصے میں بیان ہوئے ہیں کہ کیسے یہ مرض آگے بڑھتا ہے۔ اس ضمن میں یہ جامع ترین مقام ہے۔

سورۂ مبارکہ کا چوتھا حصّہ بھی چار آیات (۱۶ تا ۱۹) پر مشتمل ہے۔ اس میں اصلاح کی ترغیب دی گئی ہے اور حوصلہ افزائی کی گئی ہے کہ اگر تم اپنے باطن میں جھانکو اور محسوس کرو کہ ایمان حقیقی نصیب نہیں ہے تو بھی گھبراؤ نہیں' ابھی مہلت ہے' کمر ہمت کسو اور اصلاح احوال کی کوشش کرو' ایمان کے حصول کی کوشش کرو۔ اس کے لئے راستہ اور طریقہ بھی بتا دیا گیا۔ یوں سمجھئے کہ ان چند آیات میں ''سلوکِ قرآنی'' جامعیت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔

پھر پانچواں حصہ پانچ آیات (۲۰ تا ۲۴) پر مشتمل ہے۔ اس حصے میں حیاتِ دُنیوی اور حیاتِ اُخروی کا تقابل آیا ہے اور انسانی زندگی کے مختلف مراحل یعنی بچپن' اس کے بعد نوجوانی اور پھر جوانی کا دور' پھر ادھیڑ عمر اور پھر بڑھاپا' ان کو بڑی خوبصورت تمثیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ہر انسان کو بہر حال ان مراحل سے گزر کر لامحالہ قبر میں جا اترنا ہے۔ یہ زندگی ان مراحل سے گزر کر بہر حال ختم ہو جائے گی اور ایک ابدی زندگی آخرت کی ہے' جس میں انسان کو دو انجاموں میں سے کسی ایک انجام سے دوچار ہونا ہے۔ اس اعتبار سے حیاتِ دُنیوی اور حیاتِ اُخروی کا تقابل آ گیا۔ اور پھر یہ کہ حیاتِ دُنیوی میں انسان کو جو کچھ مصائب اور ناگوار حالات سے سابقہ پیش آتا ہے' اس کی اصل حقیقت کھول کر دکھائی گئی۔

اس سورۂ مبارکہ کا چھٹا حصّہ صرف ایک آیت پر مشتمل ہے اور وہ ہے آیت نمبر ۲۵' جس کے بارے میں میرا یہ قول بہت سے احباب کے علم میں پہلے سے ہو گا کہ پوری دنیا کے تمام تر انقلابی لٹریچر میں اتنا عریاں انقلابی جملہ آپ کو نہیں مل سکتا جو سورۃ

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

الحدید کی اس آیت میں ہے۔ یہاں اس انقلاب عظیم اور اس کے تمام مراحل کا ذکر ہے جو قرآن برپا کرنا چاہتا ہے۔ ہم نے انبیاء کو بھیجا‘ کتابیں نازل کیں‘ شریعت اتاری اور پھر یہ میزان نازل فرمائی‘ آخر کس لئے؟ اس لئے تاکہ عدل اور انصاف قائم ہو۔ اب عدل وانصاف کو قائم کرنے کے لئے انقلاب لانا پڑے گا۔ اس کے لئے جہاں ترغیب ہے‘ تشویق ہے‘ دعوت ہے‘ تعلیم ہے‘ وہاں لوہے کی طاقت بھی استعمال کرنی پڑے گی۔ ﴿وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ﴾ ’’اور ہم نے لوہا بھی اتارا‘‘۔ اسی آیت کے حوالے سے اس سورت کا نام سورۃ الحدید ہے۔ طاقت کے بغیر کبھی بھی نظام نہیں بدلا کرتا۔ اس کے بغیر عدل وانصاف قائم نہیں ہوسکتا۔ طاقت استعمال کرنی پڑتی ہے‘ جانیں دینی پڑتی ہیں۔ اور درحقیقت اللہ تعالیٰ اپنے ان جان نثار بندوں کا امتحان لے رہا ہے جو ایمان کے دعوے دار ہیں کہ آیا وہ اس نظامِ عدل وقسط کو قائم کرنے کے لئے اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر اور لوہے کی قوت ہاتھ میں لے کر میدان میں آتے ہیں یا نہیں! کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر بات بالکل واضح کر دی گئی کہ انقلابی عمل میں لوہے کی طاقت بھی استعمال کرنی پڑے گی‘ اس کے بغیر vested interest کبھی بھی جگہ چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتا۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دلیل سے قائل ہو جاتے ہیں۔ ایسے سلیم الفطرت لوگ ہر معاشرے اور ہر طبقے میں ہوتے ہیں‘ لیکن بحیثیت مجموعی ہر نظام میں مستکبرین اور مترفین پر مشتمل جو مراعات یافتہ طبقہ ہوتا ہے وہ درحقیقت اپنی جگہ چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتا‘ اس کے لئے طاقت کا استعمال لازمی ہے۔

اس سورۂ مبارکہ کا ساتواں اور آخری حصہ چار آیات (۲۶ تا ۲۹) پر مشتمل ہے۔ اس حصے میں جہاد وقتال اور انقلاب کے اینٹی کلائمکس یعنی رہبانیت کا ذکر ہے۔

میں کھٹکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح
تو فقط اللہ ھُو‘ اللہ ھُو‘ اللہ ھُو!

اس رہبانیت کی نفی بھی کر دی گئی ہے کہ اگرچہ کچھ نیک دل لوگ ادھر راغب ہو جاتے ہیں لیکن درحقیقت وہ راستہ جس پر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے وفادار بندے چلیں‘ وہ

© rasailojaraid.co

رہبانیت کا راستہ نہیں ہے۔

سورۃ الحدید سے میری ذہنی و قلبی مناسبت

اس سورۂ مبارکہ کے بارے میں اپنا ایک تاثر تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کر رہا ہوں کہ بالکل آغاز میں جبکہ ابھی میں اپنے اس مشن کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا' اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سورۂ مبارکہ کے حوالے سے خصوصی انشراح عطا فرمایا تھا اور اس سے مجھے ایک خصوصی ذہنی و قلبی نسبت اور مناسبت عطا فرما دی تھی۔ یہ میں ۵۷۔۱۹۵۶ء کی بات کر رہا ہوں۔ اُس وقت سے میں مختلف مواقع پر اس کے دروس دیتا رہا ہوں۔

۱۹۵۸ء کا ذکر ہے کہ میں نے کراچی کی ایک محفل میں سورۃ الحدید کا درس دیا۔ اس محفل میں میرے اعزہ میں سے ایک صاحب موجود تھے جو مجھ سے عمر میں بڑے ہیں' ان کی جماعت اسلامی کی رکنیت قبل از تقسیم ہند سے ہے۔ اس سے پہلے وہ علماءِ دیوبند میں سے خاص طور پر تھانوی حلقے سے وابستہ تھے۔ گویا کہ مذہبی اور دینی مزاج شروع سے ہے۔ انہوں نے جب میرا درس سنا تو اُس وقت کہا تھا کہ آپ کو اللہ نے قرآن مجید کے ساتھ جو مناسبت عطا کی ہے اس کے پیش نظر آپ میڈیکل پریکٹس اور دوسرے سارے دھندے چھوڑیں اور اب صرف دین کے پڑھنے اور پڑھانے میں لگ جائیں' آپ کے سارے اخراجات میرے ذمہ رہیں گے۔ بہر حال میں نے تو اس بات کو اُس وقت ہنس کر ٹال دیا تھا' لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اصل میں انسان کو قرآن مجید کی جو نعمت بھی ملتی ہے وہ محض پڑھنے پڑھانے سے نہیں ملتی' بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قرآن حکیم کی جو تھوڑی بہت سمجھ دے دی ہو اس پر وہ عمل کر رہا ہو تو پھر اس پر مزید دروازے کھلتے ہیں اور فہم قرآن کے کچھ اور پہلو منکشف ہوتے ہیں۔ پھر آدمی جب اپنے عمل میں اضافہ کرتا ہے تو پھر اور چیزیں سامنے آتی ہیں۔ اس طرح یہ درجہ بدرجہ انکشاف ہوتا ہے۔

مولانا مودودی نے تفہیم القرآن کے مقدمہ میں بڑا پیارا جملہ لکھا ہے کہ قرآن مجید ایسی کتاب نہیں ہے جسے کوئی شخص اپنی لائبریری میں آرام کرسی پر بیٹھ کر لغت کی

© rasailojaraid.com

کتابوں اور ریفرنس بکس کی مدد سے سمجھ لے۔ قرآن اپنے آپ کو اس طور سے reveal کرتا ہی نہیں۔ وہ تو آپ کو جس جدوجہد میں لگانا چاہتا ہے اس میں آپ بالفعل لگ جائیے اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن کا مطالعہ بھی کرتے رہیے اور اس کا درس بھی دیتے رہیے' تو واقعہ یہ ہے کہ رفتہ رفتہ پھر یہ گرہیں کھلتی چلی جاتی ہیں اور نئے نئے مضامین کا انکشاف ہوتا ہے۔ گویا۔

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالب صریرِ خامہ نوائے سروش ہے!

میرے بہت سے احباب نے بارہا مجھ سے کہا ہے کہ آپ قرآن مجید کی تفسیر لکھیں۔ میں نے ان سے صاف صاف کہا ہے کہ میرا یہ مقام ہی نہیں ہے۔ آج بھی میں سمجھتا ہوں کہ میرا یہ مقام نہیں ہے۔ البتہ سورۃ الحدید کے بارے میں میرے دل میں ایک آرزو پوشیدہ ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ موقع دے دے تو میں اس سورۂ مبارکہ کے مضامین کو اور جو بھی اس کے مختلف رموز مجھ پر منکشف ہوئے ہیں انہیں قلم بند کر دوں۔ آپ بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

تمہیدی امور میں سے آخری بات یہ کہ مجھے اس سورۂ مبارکہ کے درس کے آغاز کے موقع پر ایک خوف بھی محسوس ہو رہا ہے' اور یہ خوف دو اعتبارات سے ہے' ایک تو طوالت کا خوف ہے کہ ہو سکتا ہے بات بڑھتی چلی جائے۔ میں حتی الامکان کوشش کروں گا کہ بات ایک حد تک رہے اور میری کوشش یہی ہو گی کہ بارہ نشستوں میں اس سورۂ مبارکہ کی تکمیل ہو جائے' لیکن میں اس کا یقین نہیں رکھتا' اللہ تعالیٰ جو چاہے گا وہی ہو گا۔ مزید برآں مجھ پر اس کی عظمت کا رعب بھی ہے' خاص طور پر اس کے پہلے حصے کو بیان کرنا واقعتاً آسان کام نہیں ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انشراح عطا فرمائیں۔ اب ہم اس سورۂ مبارکہ کا سلسلہ وار درس شروع کر رہے ہیں۔

پہلی آیت ۔ تسبیح باری تعالیٰ کا مفہوم

سورۃ الحدید کا آغاز اِن پرشکوہ الفاظِ مبارکہ سے ہوتا ہے: ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي

© rasailojaraid.com

''تسبیح بیان کرتی ہے اللہ کی ہر وہ شے جو آسمانوں اور زمین میں ﴿ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾
ہے''۔اس کا پہلا لفظ ''سَبَّحَ'' ہے۔اس لفظ پر گفتگو اگرچہ سورۃ الصّف' سورۃ الجمعہ اور سورۃ التغابن کے ضمن میں ہو چکی ہے' لیکن بہرحال اب جبکہ ہم اس کا مطالعہ کر رہے ہیں تو میں تیزی کے ساتھ چند باتیں دہرا دینا چاہتا ہوں۔اس کا ترجمہ ہم کرتے ہیں ''اللہ کی تسبیح کرتی ہے' پاکی بیان کرتی ہے ہر شے جو آسمان اور زمین میں ہے''۔لیکن لغوی طور پر لفظ ''سَبَّحَ'' کا مفہوم کیا ہے! سَبَّحَ یُسَبِّحُ عربی زبان میں آتا ہے کسی شے کے تیرنے کے لئے۔تیرنا پانی میں بھی ہو سکتا ہے' ہوا میں بھی اور خلا میں بھی۔یعنی کوئی شے اپنی سطح پر برقرار ہے' نیچے نہ گرے۔اگر پانی کی سطح پر ہے تو گویا کہ وہ تیر رہی ہے' اگر نیچے جائے گی تو ڈوب جائے گی۔اسی طرح کوئی شے اگر خلا میں یا فضا میں حرکت کر رہی ہے' لیکن اپنے مدار پر برقرار ہے' اپنی سطح پر قائم ہے تو یہ ہے سَبَحَ یَسْبَحُ یعنی تیرنا۔یہ فعل لازم ہے۔اس سے باب تفعیل میں ''سَبَّحَ یُسَبِّحُ'' آتا ہے' یعنی کسی شے کو تیرانا۔یہاں پر اب یہ فعل متعدی بن گیا۔کسی شے کو اس کی اصل جگہ پر' اس کی سطح پر برقرار رکھنا' اسے نیچے نہ گرانا یا نیچے نہ گرنے دینا۔یہ اس لفظ کا لغوی مفہوم ہے۔

اللہ کی تسبیح کے کیا معنی ہیں؟ اللہ کا جو مقامِ بلند ہے' اسے اس پر برقرار رکھا جائے۔کوئی ایسا تصور اس کی ذات یا صفات کے ساتھ شامل نہ ہو جائے جو اس کے شایانِ شان نہ ہو اور اس کے مقام سے فروتر ہو۔اللہ کو اس کے اصل مقام رفیع پر برقرار رکھنا اللہ کی تسبیح ہے۔اس کو اب ہم اس طور سے بیان کرتے ہیں کہ تسبیح سے مراد یہ کہنا ہے کہ اللہ پاک ہے' اعلیٰ ہے' ارفع ہے' ہر عیب سے مبرا ہے' منزہ ہے' نہ اس میں کسی اعتبار سے کوئی عیب ہے نہ کسی لحاظ سے کوئی نقص ہے۔نقص اور عیب میں یہ فرق ہے کہ عیب وہ شے ہے جو کہ ناپسندیدہ ہے اور نقص صرف کمی کا نام ہے۔نہ کسی اعتبار سے اسے کوئی احتیاج لاحق ہے' جس کو ہم اپنی زبان میں کہیں گے کہ اس کی کنی کسی سے دبتی نہیں ہے' وہ مستغنی ہے' اس کو کسی کی کوئی احتیاج نہیں۔تو اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہر احتیاج سے' ہر عیب سے' ہر نقص سے' ہر کوتاہی سے اعلیٰ' ارفع' منزہ اور مبرا

© rasailojaraid.com

ہے' یہ تسبیح ہے۔

تسبیح کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تسبیح قولی ہے۔ جو ہم کہتے ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ' سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ' سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی' یہ تسبیح قولی ہے۔ یعنی زبان سے اللہ کی پاکی کا اور اللہ کے ہر اعتبار سے ایک ہستی کامل ہونے کا اقرار کرنا۔ جبکہ ایک تسبیح حالی ہے کہ کائنات کی ہر شے گویا اپنے وجود سے اللہ کی تسبیح کر رہی ہے کہ میرا خالق' میرا صانع' میرا ڈیزائنر' میرا Creator ایک ہستی کامل ہے کہ جس کے علم میں' قدرت میں' حکمت میں کہیں کوئی کمی نہیں۔ اس لئے کہ تصویر حقیقت میں اپنے مصور کے کمالِ فن یا نقصِ فن کا مُنہ بولتا ثبوت ہوتی ہے۔ اگر اس کے فن میں کوئی کمی ہے تو اس کی غمازی بھی تصویر کر دے گی۔ اور اگر اس کا فن کمال پر ہے' نقطہ عروج پر ہے تو بھی اس کی تصویر زبانِ حال سے بول رہی ہوگی۔ تو یہ کُل کائنات اس معنی میں اللہ کی تسبیح کر رہی ہے۔

© rasailojaraid.co

تسبیح حالی کا یہ مفہوم تو بالکل سمجھ میں آ جاتا ہے' لیکن قرآن مجید کے بعض مقامات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو کوئی زبان بھی دے رکھی ہے جس سے وہ اُس کی تسبیح کر رہی ہے۔ یہ بات اگرچہ ہماری سمجھ میں نہ آئے لیکن ایک تو قرآن مجید میں صراحت سے مذکور ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام حمد کے ترانے الاپتے تھے تو اس میں پہاڑ بھی ان کے ساتھ شریک ہو جاتے تھے اور پرندے بھی شامل ہو جاتے تھے۔ یہ قرآن مجید کی نصِ قطعی ہے۔ مزید برآں سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۴۴ میں ارشاد ہے: ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ﴾ ''اللہ کی تسبیح تو ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان آسمانوں اور زمین میں ہے' سب کر رہے ہیں''۔ اب یہ تو مثبت پہلو ہوا' منفی طور پر پھر فرمایا: ﴿وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾ ''نہیں ہے کوئی شے مگر وہ تسبیح کر رہی ہے اس کی تحمید کے ساتھ' لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے''۔ تو تسبیح حالی تو ہماری سمجھ میں آ رہی ہے' معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر شے تسبیح قولی میں بھی مشغول ہے۔

قرآن مجید کے ایک اور مقام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو قیامت کے

© rasailojaraid.co

دن لوگوں کے اعضاء کو بھی زبان دے دے گا' اور ان کے ہاتھ' ان کے کان' ان کی آنکھیں' ان کے اپنے اعضاء و جوارح اور ان کی اپنی کھالیں ان کے خلاف گواہی دیں گی۔ اور جب وہ کہیں گے: ﴿لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا﴾ ''(ہمارے اپنے اعضاء ہو کر) تم ہمارے خلاف گواہی کیوں دے رہے ہو؟'' تو یہ اعضاء و جوارح جو جواب دیں گے قرآن مجید میں وہ قول نقل ہوا ہے: ﴿قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ﴾ (حم السجدۃ: ٢١) ''وہ کہیں گے کہ آج ہمیں بھی نطق اور گویائی عطا فرما دی ہے اللہ نے جس نے ہر شے کو نطق اور گویائی عطا فرمائی ہے''۔

یہ مختلف مقامات ہیں جن کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کی ہر شے کو اللہ نے کوئی زبان بھی دی ہوئی ہے۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ حیوانات کی اپنی زبان ہے' آخر وہ ایک دوسرے کو اپنی بات سمجھاتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ آخر ایسے جانور بھی ہیں جو کالونیاں بنا کر مل جل کر رہتے ہیں' ان کا پورا نظام ہے' ان کا پورا کا پورا سوک (civic) سسٹم ہے' چاہے چیونٹیاں ہوں یا شہد کی مکھیاں ہوں' تو کیسے ممکن ہے کہ ان کی باہم گفتگو نہ ہوتی ہوگی! تو اس اعتبار سے یہ تسبیح' تسبیح حالی بھی ہے اور تسبیح قولی بھی۔

یہاں ''سَبَّحَ'' صیغہ ماضی ہے۔ اس کے بعد دو اور سورتوں یعنی سورۃ الحشر اور سورۃ الصف میں یہ لفظ اسی طرح آیا ہے' لیکن پھر سلسلۂ مسبحات کی آخری دو سورتوں (الجمعہ اور التغابن) میں یہ لفظ مضارع کے صیغے ''یُسَبِّحُ'' میں ڈھل گیا۔ ''یُسَبِّحُ'' کا لفظ ایک بار سورۃ الحشر کے اختتام پر بھی آیا ہے۔ اس طرح ان سورتوں میں تسبیح کا ذکر تین مرتبہ فعل ماضی میں ہوا اور تین ہی مرتبہ فعل مضارع میں۔

قرآن مجید ''مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' یعنی ''آسمانوں اور زمین میں'' کے الفاظ کل کائنات کی تعبیر کے لئے استعمال کرتا ہے۔ ہم فلسفیانہ زبان میں اس کے لئے کون و مکاں' کل کائنات' The Total Universe جیسے مختلف الفاظ استعمال کریں گے' لیکن قرآن مجید نے اپنا اسلوب بہت سادہ رکھا ہے' کیونکہ اس کے مخاطب اوّل ایک ایسی قوم کے افراد تھے کہ جن کے ہاں پڑھنے لکھنے کا کوئی رواج نہیں تھا' فلسفہ

© rasailojaraid.com

اور منطق تو ان کے لئے بہت ہی بعید شے تھی۔ اس حوالے سے قرآن نے وہ انداز اختیار کیا جو فطرت کے بالکل قریب ترین اور سادہ ترین انداز ہے۔ چنانچہ آپ کو قرآن مجید میں کہیں کائنات کا لفظ نہیں ملے گا' جب بھی قرآن کل کون و مکاں کہنا چاہتا ہے "مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ " کے الفاظ استعمال کرتا ہے تاکہ ایک عام بدو بھی اس کو سمجھ لے' لیکن اس سے مراد کل کائنات ہے' جس کے لئے ہم اگر زیادہ فلسفیانہ لفظ استعمال کریں تو "کون و مکاں" ہے' یعنی یہ جو بھی ٹائم اینڈ سپیس کمپلیکس (Time&Space Complex) موجود ہے اس میں ہر شے اللہ کی تسبیح میں مشغول ہے۔

اختیارِ مطلق اور حکمت کاملہ

© rasailojaraid.co

آیت کے آخری ٹکڑے پر غور کیجئے: ﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾ "اور وہ زبردست ہے' حکمت والا ہے۔" اللہ تعالیٰ کے یہ دونوں اسماء ان سورتوں میں بہت تکرار کے ساتھ آئے ہیں۔ سورۃ الصّف کے شروع میں بھی آئے' سورۃ الجمعہ کی پہلی آیت کا اختتام بھی ان دونوں اسماء کے ساتھ ہوا۔ سورۃ الحشر تو اس اعتبار سے بہت عجیب ہے کہ اس کے آغاز میں بھی تسبیح ہے' آخر میں بھی تسبیح ہے۔ پہلی آیت کے الفاظ ہیں: ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾ اور آخری آیت کا اختتام ان الفاظ پر ہو رہا ہے: ﴿يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾ یعنی پہلی اور آخری دونوں آیتوں کے آخری الفاظ "وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ" ہیں۔ اسی طرح سورۃ التغابن کا اختتام بھی انہی الفاظ پر ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات جو قرآن مجید کی آیات کے فواصل کے طور پر آتے ہیں یعنی جن پر آیات کا اختتام ہوتا ہے' بالعموم جوڑوں کی صورت میں آتے ہیں' جیسے وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ' وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ' وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ۔ تو یہ مختلف جوڑے آپ کو ملیں گے۔ یہ اگر الف لام کے ساتھ ہوں تو اسماء شمار ہوں گے اور بغیر الف لام کے' تنوین کے ساتھ ہوں' جیسے غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تو صفات شمار ہوں گے۔ تو

© rasailojaraid.co

یہاں فرمایا: ﴿وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ ''وہ زبردست ہے' حکیم ہے''۔

ان دونوں اسماء کی باہم مناسبت کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے اسماء کو جوڑا گیا ہے تو کسی مناسبت کی وجہ سے جوڑا گیا ہے۔ ان دونوں اسماء میں بہت گہرا ربط ہے۔ ''عزیز'' کہتے ہیں ایسی ہستی کو جس کا اختیار مطلق ہو' جس کی اتھارٹی کو چیلنج کرنے والا کوئی نہ ہو' آخری اختیار اُس کے پاس ہو۔ لفظ ''حکیم'' کے دو مفہوم ہیں۔ ''ح ک م'' مادہ سے لفظ حکمت بھی بنا ہے اور اسی سے حکومت اور حاکم بھی بنا ہے' تو لفظ حکیم بہت سے معنی اپنے اندر رکھتا ہے۔ لیکن یہاں پر عام طور پر ترجمہ کیا جاتا ہے حکمت والا' دانا۔ ہمارے عام مشاہدے اور انسان کے عمومی تصور سے یہ بات سامنے آتی ہے' خاص طور پر پولیٹیکل سائنس میں یہ بحث بڑی تفصیل کے ساتھ آتی ہے کہ جہاں بھی اختیار ہوگا اس کے ناجائز استعمال کا احتمال ہوگا۔

"Authority tends to corrupt and absolute authority corrupts absolutely."

یہی وجہ ہے کہ دستور سازی میں سب سے اہم اور سب سے پیچیدہ مسئلہ یہی ہوتا ہے کہ جہاں کوئی اتھارٹی ہو وہاں احتساب کا کوئی نظام بھی ہونا چاہیے' ورنہ یہ کہ اگر صاحب اختیار بدعنوان ہو جائے' جہاں کسی کی ذات میں زیادہ اختیارات مرکوز ہو جائیں اور اس کے دماغ کے اندر خناس پیدا ہو جائے تو وہ لامحالہ ان اختیارات کا ناجائز استعمال کرے گا۔ لہٰذا Checks & Balances ہونے چاہئیں۔ چنانچہ مملکتوں کے جو دستور بنتے ہیں ان میں سب سے نازک مسئلہ یہی ہوتا ہے کہ اختیارات میں ایک توازن ہو' بیلنس ہو' اور جہاں اختیار ہو وہیں پر کوئی احتساب کا نظام بھی موجود ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات ہمارے اس تصور سے وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے اور اس کا اختیارِ مطلق حدود و قیود سے ماوراء ہے۔ البتہ جہاں وہ اختیارِ مطلق کا مالک ہے وہیں الحکیم بھی ہے' اس کی حکمت بھی کامل ہے۔ اس کا اختیارِ مطلق الل ٹپ استعمال نہیں ہوتا' حکمت کاملہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ کسی زمانے میں تو میں اس مفہوم کو ادا کرنے میں فوراً غیر محتاط الفاظ استعمال کر جاتا تھا کہ ''اس کا اقتدار اس کی حکمت کے تابع

© rasailojaraid.com

ہے''۔ یا یہ کہ ''اس کا اختیار مطلق حکمت کاملہ کے تحت استعمال ہوتا ہے''۔ لیکن یہ الفاظ ہمیں استعمال نہیں کرنے چاہئیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات اپنی جگہ پر مطلق ہیں' کوئی صفت کسی دوسری صفت کے تابع نہیں ہے۔ اس لئے کہ جو تابع ہوئی وہ پھر مطلق نہ رہی بلکہ محدود ہو گئی۔ اس لئے یہاں تعبیر کا بہتر انداز یہ ہو گا کہ جہاں اس کے اندر اختیارات کا ارتکاز ہے اس کے ساتھ ہی حکمت کاملہ بھی موجود ہے۔ تو اس کا اختیار حکمت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے' یہ ہے درحقیقت ان دونوں اسماء میں باہمی ربط۔

اُمت مسلمہ کی سب سے بڑی ذمہ داری

ان سورتوں (مسبحات) میں خطاب اُمت مسلمہ سے ہے اور اُمت مسلمہ کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ایسا سیاسی نظام یعنی نظامِ حکومت قائم کریں جس میں اللہ تعالیٰ کا دین بتمام وکمال قائم ہو جائے۔ اسی حوالے سے ان سورتوں میں اللہ تعالیٰ کے ان دو اسماء (اَلْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ) کو بار بار لایا گیا ہے۔ اسی طرح آپ دیکھیں گے کہ ان چھ آیات میں دو مرتبہ یہ الفاظ آ رہے ہیں: ﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے''۔ یہ الفاظ دوسری آیت میں بھی آئے ہیں اور پھر چھٹی آیت میں بھی۔ درحقیقت اللہ کی بادشاہت کا یہ تصور ہمارے دورِ زوال میں مسلمانوں کے ذہنوں سے نکل گیا۔ عقائد اور عبادات کی اہمیت تو پیش نظر رہی لیکن اللہ کی حاکمیت پر مبنی نظام قائم کرنے کا تصور خلافت راشدہ کے بعد رفتہ رفتہ ذہنوں سے محو ہوتا گیا۔ اس لئے کہ جب خلافت ختم ہوئی تو ملوکیت کا آغاز ہو گیا۔ اُس وقت اللہ کی حاکمیت کے قیام کے لئے کچھ کوششیں ہوئیں' حضرت حسینؓ نے کوشش کی' حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے کوشش کی' پھر اس کے بعد حضرت زیدؒ نے کوشش کی' پھر حضرت نفس زکیہؒ نے کوشش کی' لیکن یہ سب کوششیں دُنیوی اعتبار سے ناکام ہو گئیں' اگرچہ یہ سب لوگ اپنی جگہ پر اُخروی اعتبار سے کامیاب ہیں۔ جب یہ تمام کوششیں ناکام ہو گئیں تو مسلمانوں نے ذہناً تسلیم کر لیا کہ اب یہ حکومت اور ریاست کا معاملہ تو عصبیت کے بل پر چلے گا' کوئی آئے کہ عصبیت مضبوط ہے تو وہ قبیلہ آ کر حکومت کر لے گا۔ کوئی شہنشاہ بابر

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

آ ئے گا اور ہندوستان کے تخت پر متمکن ہو جائے گا اور اس طرح مغلیہ سلطنت کی بنیاد پڑ جائے گی۔ یہ چیزیں تو قبائلی عصبیت اور قوت کی بنیاد پر تسلیم کر لی گئیں، تو اس کے نیچے نیچے اب دین کیا رہ گیا؟ اب دین میں عقائد ہیں، عبادات ہیں اور کچھ نکاح و طلاق کے مسائل ہیں، اللہ اللہ اور خیر صلا۔

دورِ خلافت راشدہ کے بعد نظام حکومت میں جو تبدیلی آ چکی تھی اس کا اندازہ ذرا صحیح بخاری کی اس حدیث سے کیجئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں:
''میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے علم کے دو برتن حاصل کئے۔ ان میں سے ایک برتن سے تو میں نے خوب تقسیم کیا، لیکن اگر دوسرے برتن کا مُنہ کھول دوں تو میری گردن اڑا دی جائے گی''۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کا تو ۵۹ھ میں انتقال بھی ہو گیا تھا جبکہ ابھی حضرت امیر معاویہؓ کی حکومت تھی، ابھی وہ اگلا دورِ ملوکیت تو آیا بھی نہیں تھا۔ حضرت معاویہؓ کے دورِ حکومت کو اگرچہ ہم دورِ خلافت راشدہ میں شامل نہیں سمجھتے، لیکن آپؓ بہر حال صحابیٔ رسولؐ ہیں، کاتب وحی ہیں، اپنی ذات کے اعتبار سے ایک صحابی کی حیثیت سے جو اُن کا منصب ہے اس پر انگلی نہیں اٹھائی جا سکتی۔ اس کے باوجود اُن کے دورِ حکومت میں نظام کی تبدیلی اس درجے آ چکی تھی کہ حضرت ابو ہریرہؓ کہہ رہے ہیں کہ اگر میں دوسرے برتن کا مُنہ بھی کھول دوں گا تو میری گردن اڑا دی جائے گی۔

اس کے بعد تو معاملہ یہاں تک پہنچا کہ رفتہ رفتہ اللہ کی حکومت کا تصور ہی مسلمانوں کے ذہن سے نکل گیا اور دین کا تصور باقی یہ رہ گیا کہ اللہ کو ایک مانو، اللہ کے لئے نماز پڑھو، اللہ کے لئے روزے رکھو، اللہ کے لئے حج کرو۔ یہ ساری چیزیں تو برقرار رہیں لیکن اللہ کی حکومت کو قائم کرنا ہمارے ذہنوں سے نکل گیا۔ لیکن ان سورتوں میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ اسماء ''اَلْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ'' بار بار لائے جا رہے ہیں۔ اور ''اَلْحَکِیْمُ'' کا دوسرا مفہوم ذہن میں رکھئے تو اس کے معنی حاکم کے ہو جائیں گے۔ گویا العزیز بھی حاکم، الحکیم بھی حاکم۔ حاکم اور حکیم میں وہی نسبت ہو گی جو عالم اور علیم

(باقی صفحہ ۴۴ پر)

© rasailojaraid.com